بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہنامہ جرمنی

جماعت احمدیہ

اخبار احمدیہ

جرمنی کا ترجمان

نگران: مبارک احمد تنویر، انچارج شعبہ تصنیف   مدیر: حامد اقبال

جلد نمبر 21 شمارہ نمبر 03۔ ماہ امان 1395 ہجری شمسی بمطابق مارچ 2016ء

قرآن کریم

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (یونس:48)

ترجمہ: ”اور ہر ایک امت کے لئے کوئی نہ کوئی رسول ہوتا ہے۔ پس جب ان کا رسول ان کے پاس آجائے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جاتا ہے اور وہ ہرگز ظلم نہیں کئے جاتے“

(ترجمہ از۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

حدیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”اِنَّ اللّٰہَ یَبۡعَثُ لِھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ عَلٰی رَاۡسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنۡ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیۡنَھَا“

اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایسا مجدد بھیجے گا جو اس امت کے دین کی تجدید کرےگا۔

(ابوداؤد۔کتاب الملاحم۔حدیث نمبر ۴۲۹۱)

اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ السلام

”یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت ونتائج خیر کا موجب ہو اور وہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک ومقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ ونااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے- اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے- اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں- بلکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لیے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں- اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے- خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھیراوے- اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگی کے ازالہ کے لئے رات دن کوشش کرتا رہوں- اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے- اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور ان کے لئے وہ روح قدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور اس روح خبیث کی تکفیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے- سو میں بتوفیقہٖ تعالیٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا- اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کرلیا ہے غافل نہیں ہونگا بلکہ انکی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کرونگا۔ اور ان کے لئے خدا تعالیٰ سے وہ روحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر برقی مادہ کی طرح انکے تمام وجود میں دوڑ جائے- اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے کہ جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا- کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلاوے- سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا- اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا- وہ جیسا کہ اس نے پاک پیشین گوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا- وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا- اور اس کو نشو ونما دے گا- یہانتک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی- اور وہ اس چراغ کی طرح جو اُونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے- وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر یک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا- اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔“

(ازالہ اوہام حصہ دوم۔روحانی خزائن جلد3۔صفحہ 561 تا563)

مشعلِ راہ

''آپؑ کی بیعت میں آ کر ہم کیا کوشش کر رہے ہیں کہ ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان پیدا کریں''

حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان فرماتے ہیں کہ:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں:

'یہ دنیا چند روزہ ہے اور ایسا مقام ہے کہ آخر فنا ہے۔ اندر ہی اندر اس فنا کا سامان لگا ہوا ہے۔ وہ اپنا کام کر رہا ہے مگر خبر نہیں ہوتی۔ اس لئے خدا شناسی کی طرف قدم جلد اٹھانا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کا مزا اسے آتا ہے جو اسے شناخت کرے۔ اور جو اس کی طرف صدق و وفا سے قدم نہیں اٹھاتا اس کی دعا کھلے طور پر قبول نہیں ہوتی اور کوئی نہ کوئی حصہ تاریکی کا اسے لگا ہی رہتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف ذرا سی حرکت کرو گے تو وہ اس سے زیادہ تمہاری طرف حرکت کرے گا۔ لیکن اوّل تمہاری طرف سے حرکت کا ہونا ضروری ہے'

پھر فرمایا: 'بعض لوگ شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے سب نیکیاں کیں۔ نماز بھی پڑھی، روزے بھی رکھے، صدقہ و خیرات بھی دیا، مجاہدہ بھی کیا مگر ہمیں وصول کچھ نہیں ہوا۔ تو ایسے لوگ شقی ازلی ہوتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ انہوں نے سب اعمال خدا تعالیٰ کے لئے کئے ہوتے ہیں اگر خدا تعالیٰ کے لئے کوئی فعل کیا جاوے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ضائع ہوا اور خدا تعالیٰ اس کا اجر اسی زندگی میں نہ دیوے'۔ (ملفوظات جلد 6 صفحہ 229-230۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ لندن)

پس اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے ہمیں خالص ہو کر اس کی عبادت بھی کرنی ہوگی اور اس کے احکامات پر عمل کرنا ہوگا۔ ہمارا کام اگر خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوگا تو ہم اس کے فضلوں کو حاصل کرنے والے بنیں گے۔ ہمیں دنیاوی تاریکی سے نکل کر خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ وہ ہماری اصلاح کے لئے اپنے فرستادے، اپنے پیارے بھیجتا رہتا ہے اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے بھی اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کو مانا جنہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کے رسول ﷺ کی محبت اور دین کی محبت کے اسلوب سکھائے اور ان پر چلنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جنہوں نے ہمیں مخلوق کے حق اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ جنہوں نے ہمیں فردی اور اجتماعی برائیوں سے بچنے کی طرف توجہ دلائی۔ قومی برائیوں سے بچنے کی طرف توجہ دلائی۔ انفرادی برائیوں سے بچنے کی طرف توجہ دلائی۔ عملی اور اعتقادی حالتوں کو درست کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

پس اگر ہم آپ کی بیعت میں آ کر پھر بھی ان باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتے تو ہم اپنی ذمہ داریاں ادا نہیں کر رہے۔ انبیاء آتے ہیں اپنے ماننے والوں میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے۔ ان کی حالتوں کو بالکل مختلف صورت دینے کے لئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے کشفاً دکھایا کہ آپ نے نئی زمین اور نیا آسمان بنایا ہے۔ پھر آپ نے کہا کہ آؤ انسان کو پیدا کریں۔

(ماخوذ از تذکرہ صفحہ 154 ایڈیشن چہارم 2004ء بحوالہ چشمہ مسیحی۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 375-376 حاشیہ)

یہ نئی زمین اور نیا آسمان بنانا اور انسان پیدا کرنا وہ انقلاب ہے جو آپ نے اپنے ماننے والوں میں پیدا کرنا تھا۔ نئی زمین اور نیا آسمان بنانے کا سب سے بڑھ کر کامل اور مکمل اظہار تو ہمیں آنحضرت ﷺ کی ذات میں نظر آتا ہے۔ آپ نے کس طرح نئی زمین اور نیا آسمان بنایا کہ توحید کے دشمنوں کو توحید پر قائم کر دیا۔ وہی جو بتوں کو پوجنے والے تھے اور ایک خدا کے انکاری تھے وہ اَحد اَحد کہہ کر ہر طرح کے ظلم سہتے رہے۔ جو توحید کے قیام کے لئے اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے لیکن توحید سے انکار نہیں کیا۔ جن کو خدا تعالیٰ کا تصور ہی نہیں تھا ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اس طرح اترا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر الٰہی مادی کھانے سے زیادہ ان کی غذا بن گئی۔ انہوں نے دن کو روزوں اور راتوں کو نوافل میں گزارنا شروع کر دیا ان کی عورتوں نے بھی عبادت کے شوق اور خدا تعالیٰ سے تعلق میں بڑھنے کے لئے رات کی اپنی نیندوں کو حرام کر دیا۔۔۔

پس آپؑ نے بھی اس زمانے میں نئی زمین اور نیا آسمان بنایا اور لاکھوں انسانوں کی کایا پلٹ کر بتایا کہ یوں نئی زمین اور نئے آسمان بنتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے تو نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کر کے دکھا دیا اور بہت سارے نمونے ہم نے دیکھے۔ ہم نشانات دیکھتے بھی ہیں، سنتے بھی ہیں اور پڑھتے بھی ہیں۔ اپنے بزرگوں کی حالتوں کو دیکھ کر، ان سے سن کر مزید ایمانوں میں تازگی بھی پیدا ہوتی ہے۔۔۔''

فرمایا: ''آپؑ کی جماعت کا حصہ بن کر آپؑ کی بیعت میں آ کر ہم کیا کوشش کر رہے ہیں کہ ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان پیدا کریں۔ کیا صحابہؓ نے جو اسلام کی حقیقی تعلیم اپنائی اور اس کا اظہار کر کے نئی زمین اور نیا آسمان بنایا وہ معیار ہم حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا ہمارے نفسوں میں اتنا تغیر اور تبدیلی پیدا ہوگئے ہیں کہ لوگ کہہ اٹھیں کہ یہ تو بالکل بدل گئے ہیں۔ انہوں نیا آسمان اور نئی زمین بنا ڈالی ہے پس ہم نے اگر اس بات کی دلیل دینی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس طرح نئی زمینیں اور نیا آسمان بنایا تو اس کا سب سے بڑا ثبوت ہماری ذات ہونی چاہئے''

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 26 جون تا 2 جولائی 2015۔ صفحہ 6-7)

رپورٹ عربی ڈیسک۔ جماعت احمدیہ جرمنی

مکرم حفیظ اللہ بھروانہ صاحب مربی سلسلہ تحریر فرماتے ہیں:۔

☆ مورخہ 14 فروری بروز اتوار Münster میں عرب احمدیوں کا تربیتی و تبلیغی اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں تیس مرد و خواتین نے شرکت کی۔ اجتماع میں نمازوں اور خصوصًا نماز جمعہ میں شرکت، حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات جمعہ باقاعدگی سے سننے، جماعتی اجلاسات میں شرکت، چندوں کی تفصیل اور ان میں شمولیت کی ترغیب، تبلیغ اور ذاتی تعلقات میں وسعت کی طرف توجہ دلائی گئی۔ ایک تبلیغی میٹنگ بھی ہوئی۔ جو تقریبًا دو گھنٹے تک جاری رہی۔ جس میں احمدیوں کے علاوہ بیس غیر از جماعت عربوں نے شرکت کی۔ میٹنگ کے بعد بھی کافی دیر تک سوالات و جوابات کا سلسلہ جاری رہا۔ جماعتی لٹریچر بھی مہیا کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اکثر مہمان جماعتی عقائد سے کافی مطمئن دکھائی دیئے۔

☆ 4 عرب مہمان جامعہ احمدیہ میں نماز جمعہ کے لئے تشریف لائے۔ انکو مختصر جماعتی تعارف بھی کروایا گیا

☆ دوران ماہ Hemeln میں 3 تبلیغی میٹنگز منعقد ہوئیں۔ جن میں 14 زیر تبلیغ مہمانوں نے شرکت کی۔ ان تمام میٹنگز کا اہتمام ہمارے دو احمدی عرب مکرم امجد حوارنی اور عماد رسلان صاحب نے کیا۔ ان تمام زیر تبلیغ افراد سے الحمد للہ بہت اچھا تعلق ہے. اور جماعت کے بارہ میں اب کافی معلومات رکھتے ہیں۔

☆ مورخہ 27 فروری بروز اتوار Augsburg میں تبلیغی میٹنگ منعقد ہوئی۔ جس میں پانچ نو مبائعین اور آٹھ عرب مہمانوں نے شرکت کی۔ تقریبًا دو گھنٹے میٹنگ جاری رہی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام مہمان جماعتی عقائد سے بہت متاثر تھے۔ اور جماعت کے بارہ میں علم رکھتے تھے۔ ان میں سے دو تو وفات مسیح اور ختم نبوت کے بارہ میں ہماری طرف سے دوسروں کے سوالات کے جوابات دیتے رہے۔ بڑے شوق سے جماعتی کتب ساتھ لے گئے۔ اور ان میں سے تین نے تفسیر کبیر کا مطالبہ کیا کہ ہم جماعتی تفسیر پڑھنا چاہتے ہیں۔ میٹنگ کے اختتام پر ہم سے دوبارہ آنے کا وعدہ لیا۔ ان تمام مہمانوں سے رابطہ ہے. اور تقریبًا روزانہ بات ہو جاتی ہے۔

☆ دوران ماہ تقریبًا نوے سے زائد سیرین پناہ گزینوں کو ضرورت کی اشیاء مہیا کی گئیں۔ اور یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کے فضل سے روزانہ جاری ہے۔ سیریا سے آنے والے احمدیوں کی بھی بنیادی ضروریات کا خیال رکھا جا رہا ہے۔ اور ان سے فورًا رابطے اور قریبی مسجد یا نماز سینٹر تک رسائی کا انتظام کیا جاتا ہے۔

☆ دوران ماہ خدا تعالیٰ کی فضل سے ایک بیعت بھی ہوئی۔ الحمد اللہ۔

☆ سیریا سے آنے والے احمدی خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھے نئے رابطے بنا رہے ہیں۔ اور اپنے آس پاس کے لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام بے خوف و خطر پہنچا رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر اخلاص میں بہت بڑھے ہوئے اور خلافت کے مقام اور خلیفہ وقت سے محبت ان کے اقوال و افعال سے نظر آتی ہے۔

(مکرم حفیظ اللہ بھروانہ صاحب۔ انچارج عربیک ڈیسک جماعت جرمنی)

بقیہ صفحہ 4 عنایت ہوئی ہیں، اصل مقصود ان سے خدا کی معرفت اور خدا کی پرستش اور خدا کی محبت ہے۔ اسی وجہ سے انسان دنیا میں ہزاروں شغلوں کو اختیار کر کے پھر بھی بجز خدا کے اپنی سچی خوشحالی کسی میں نہیں پاتا۔ بڑا دولتمند ہو کر، بڑا عہدہ پا کر، بڑا تاجر بن کر، بڑی بادشاہی تک پہنچ کر، بڑا فلاسفر کہلا کر آخر ان دنیوی گرفتاریوں سے بڑی حسرتوں کے ساتھ جاتا ہے اور ہمیشہ دل اس کا دنیا کے استغراق سے اس کو ملزم کرتا رہتا ہے اور اس کے مکروں اور فریبوں اور ناجائز کاموں میں کبھی اس کا کانشنس اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ ایک دانا انسان اس مسئلہ کو اس طرح بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس چیز کے قویٰ ایک اعلیٰ سے اعلیٰ کام کر سکتے ہیں اور پھر آگے جا کر ٹھہر جاتے ہیں۔ وہی اعلیٰ کام اس کی پیدائش کی علت غائی سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً بیل کا کام اعلیٰ سے اعلیٰ قلبہ رانی یا آبپاشی یا باربرداری ہے۔ اس سے زیادہ اس کی قوتوں میں کچھ ثابت نہیں ہوا۔ سو بیل کی زندگی کا مدعا یہی تین چیزیں ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی قوت اس میں پائی نہیں جاتی۔ مگر جب ہم انسان کی قوتوں کو ٹٹولتے ہیں کہ ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ کونسی قوت ہے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدائے اعلیٰ برتر کی اس میں تلاش پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ چاہتا ہے کہ خدا کی محبت میں ایسا گداز اور محو ہو کہ اس کا اپنا کچھ بھی نہ رہے سب خدا کا ہو جائے۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10، صفحہ: 100)

قرآن کریم اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات کی روشنی یہ تو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک خاص فطرت پر پیدا کیا ہے اور اگر اس فطرت کو اس کے خالق و مالک کے بتائے ہوئے ماحول اور اصولوں کے مطابق پروان نہ چڑھایا جائے تو یہ فطرت نہ صرف انسان کو اس کے معراج سے محروم کرتی ہے بلکہ تباہی کے گڑھوں کی اتاہ گہرائیوں میں گرا دیتی ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ اس فطرت کو کون سے خطرات لاحق ہیں۔

باقی آئندہ

خطبات امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور تربیت اولاد

(مبارک احمد تنویر صاحب ۔مربی سلسلہ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ۔ إِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ (الانفال:21۔23)

ترجمہ: ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اِس کے باوجود اُس سے روگردانی نہ کرو کہ تم سن رہے ہو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے کہا تھا ہم نے سن لیا جبکہ درحقیقت وہ سن نہیں رہے تھے۔ یقیناً خدا کے نزدیک تمام جانداروں میں بدترین وہ بہرے اور گونگے ہیں جو عقل نہیں کرتے''۔ (ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 24 اپریل 2015ء کو ایک نہایت ہی اہم مسئلہ کی طرف احباب جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

''ایک سوال آجکل پہلے سے زیادہ شدت سے نوجوانوں کے ذہنوں میں خاص طور پر اور معاشرے میں عموماً ان لوگوں کی طرف سے کثرت سے پھیلایا جاتا ہے جو مذہب کے خلاف ہیں۔ یا صحیح رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے وہ مذہب بلکہ خدا سے بھی دور ہٹ گئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر اچھے اخلاق ہوں یا اگر دنیاوی تعلیم اچھے اخلاق کی طرف لے جاتی ہے تو پھر مذہب کے ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ مذہب بھی تو یہی دعویٰ کرتا ہے یا مذہب کے ماننے والے یہ کہتے ہیں کہ وہ تمہیں اچھے اخلاق سکھاتا ہے۔ تو اخلاق تو ہمارے اندر بغیر مذہب کے پیدا ہو گئے۔ بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دنیاداروں کی اکثریت کے اخلاق مذہب کے ماننے والوں کے اخلاق سے زیادہ بہتر ہیں۔۔۔ دین سے ہٹانے کی کوشش میں مختلف طریق سے مختلف نکات پیش کر کے ہمارے بچوں اور نوجوانوں کے ذہنوں کو زہر آلود کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ خاص طور پر مغربی ممالک میں جو طرز تعلیم ہے اس میں جستجو کی طرف، تحقیق کی طرف زیادہ توجہ دلائی جاتی ہے اور یہ بڑی اچھی بات ہے اس طرف توجہ ہونی چاہئے لیکن اس کے صحیح طریق بھی ہونے چاہئیں۔۔۔ پس ایسے حالات میں ہم میں سے ہر ایک کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ کس طرح اپنے آپ کو بھی ہم دین پر عمل کرنے والا بنائیں اور اپنی نسلوں کو بھی کس طرح ہم سنبھالیں۔۔۔ پس ہمارے نوجوانوں کو، نوجوانی میں قدم رکھنے والے بچوں بلکہ خاص طور پر بڑوں کو یاد رکھنا چاہئے کیونکہ اگلی نسلوں کو سنبھالنے کی ذمہ داری بڑوں کی ہے کہ ہم اخلاق کی درستی، مادی ترقی اور مذہب کے تعلق کو سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالیں۔ بڑے اس نکتے کو سمجھیں گے تو اگلی نسلوں کو بھی سنبھال سکیں گے۔ نوجوان اس نکتے کو سمجھیں گے تو دینی اور دنیاوی ترقی کی راہیں ان پر کھلیں گی اور ان کو پتا لگے گا کہ اسلام کی تعلیم کتنی خوبصورت تعلیم ہے اور اس کے خلاف بولنے والے جھوٹے ہیں۔۔۔''

انسانی معاشرے میں نئی نسل کو پروان چڑھانے کے سلسلہ میں ہمیں عام طور پر دو طرح کے طبقہ فکر کی آراء سے واسطہ پڑھتا ہے۔ ایک طبقہ فکر وہ ہے جو انسانی نسل کو اس نہج پر چلانا چاہتا ہے جس سے ان کی اس محدود دنیا کے محدود عزائم کی تکمیل ہو اور ان کے عزائم کی تکمیل کے بعد انسان کا کیا حشر ہوتا ہے اس سے انہیں کوئی سروکار نہیں اس لئے ان کے ہاں اس زندگی کے بعد سوائے تاریکی کے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

اس کے مقابل پر دوسرا طبقہ فکر ہے جس کا دعویٰ ہے کہ ان کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق نئی نسل کی تعلیم و تربیت نہ صرف اس دنیا کی زندگی کو لازوال حسن عطا کرتی ہے اور معاشرہ جنت نظیر بن جاتا ہے بلکہ حیات بعد الموت میں اس حسن کو نہ صرف دوام ملے گا بلکہ یہ مسلسل بڑھتا چلا جائے گا۔

اس مضمون کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان پہلے ایک بنیادی فرق کو ذہن نشین کرے اور وہ ہے تربیت اور صنعت میں بنیادی فرق۔

تربیت اور صنعت میں امتیاز

تربیت اور صنعت میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ صنعت میں کسی بھی مادی چیز کو وجود میں لایا جاتا ہے یعنی انسان اپنی محدود عقل سے اپنے ذاتی مفاد کا تعین کرتا ہے اس کے مطابق پھر اس کا ابتداء میں ایک مطمع نظر بنتا ہے جس کے بعد وہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے مختلف چیزوں سے کام لیتا ہے جبکہ ان چیزوں کی اصل ماہیت سے اسے کوئی غرض نہیں ہوتی اسے اپنے مقصد کے حصول کے لئے مختلف ساز و سامان کی شکل و صورت کو بگاڑنے یا سنوارنے سے کوئی غرض نہیں ہوتی اس کو صرف اور صرف اپنے مقصد کے حصول سے غرض ہوتی ہے۔ جیسے مثلاً ایک کاریگر جس کا کام ایک طرح کی ساخت یا تعمیر ہے جو اس کا کام ہے وہ ہر حال میں ہونا چاہئے۔ اسے اس سے مطلب نہیں کہ لکڑی، لوہا، سیمنٹ، ریت وغیرہ اپنی ذات اور ماہیت کے لحاظ سے پروان چڑھتے ہیں اور کمال پاتے ہیں یا ناقص ہو جاتے ہیں بلکہ اصولی طور پر کبھی تو ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اس ساز و سامان کی شکل و صورت کو ناقص اور تبدیل کرے تا کہ اپنے مقصد کو حاصل کر سکے۔ اور وہ جو مشین یا عمارت یا سامان بنائے گا وہ بھی ایک خاص معین وقت کے لئے اور جب وہ مشین اپنا کام مکمل کر لے تو پھر اس سے بنانے والے کو کوئی غرض نہیں کہ اس کے بعد اس سے کیا ہوتا ہے۔

لیکن ایک مالی اگرچہ اس کا اپنا ایک مطمع نظر، ہدف اور فائدہ ہوتا ہے لیکن اس کے کام کی بنیاد یہ ہے کہ وہ پھول یا پودے کو فطری اور قدرتی تقاضوں کے مطابق پروان چڑھائے اور ایک لحاظ سے وہ پھول اور پودے کے قدرتی تقاضوں کو نظر میں رکھتے ہوئے انہیں پروان چڑھاتا ہے۔

انسانوں کی پرورش کا مسئلہ بھی ایسے ہی ہے انسانوں کی تعمیر دو طرح سے کی جاسکتی ہے:

ایک تو جس طرح چیزوں کی تعمیر کی جاتی ہے یعنی جو تعمیر کرنے والا ہے وہ فقط اپنے ہی مقصد کو پیش نظر رکھے اور کسی شے کو ایسا بنا دے کہ اس کا مقصد حاصل ہو جائے چاہے اس کا یہ مقصد چیزوں کو ناقص کرنے سے حاصل ہوتا ہو یا کامل کرنے سے۔ اور دوسرا یہ کہ ہر چیز کی قدرتی طاقتوں اور صلاحیتوں کو ان کے خالق کی بتائی ہوئی ہدایات پر عمل کر کے اس کی فطرت کے مناسب حال پروان چڑھا کر اسے بام عروج تک پہنچایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے ہمیں قرآن کریم کی شکل میں ایک مکمل راہنمائی کا سامان عطا فرما دیا۔ قرآن کریم انسان کی ترقی کے ان دونوں طریقوں کا نہ صرف ذکر کرتا ہے بلکہ ان کے نتائج بھی واشگاف الفاظ میں ہمارے سامنے مثل آئینہ رکھ دیتا ہے۔ اب ہم ان دونوں طرح کے انسانی تربیت کے طریقوں کا قرآن کریم کی روشنی میں مطالعہ کرتے ہیں اور قرآن کریم کے آئینہ میں ان دونوں طریقوں سے پروان چڑھنے والوں کے انجام کی ایک جھلک بھی دیکھتے ہیں۔ قرآن میں ان کا نقشہ درج ذیل ہے۔

الف: اسباب پرستوں کا طرز تربیت

صنعتی طور پر ترقی یافتہ قوموں کا طرز فکر، انداز تربیت اور اس کا نتیجہ:

یہ وہ انداز تربیت ہے جس کا چرچا آج کل بھی ہر سو ہے اور اس کا پرچار کرنے والے مشرق و مغرب میں اس کی تعریف میں آسمان کے قلابے ملاتے نظر آتے ہیں لیکن قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا۔ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا۔ أُولَـٰٓئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاٰيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا۔ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوٓا اٰيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا۔ (سورة الکہف: 104 تا 107)

ترجمہ: کہہ دے کہ کیا ہم تمہیں اُن کی خبر دیں جو اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ گھاٹا کھانے والے ہیں۔ جن کی تمام تر کوششیں دنیوی زندگی کی طلب میں گم ہوگئیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ صنعت کاری میں کمال دکھا رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ربّ کی آیات اور اس کی لقاء سے انکار کر دیا۔ پس ان کے اعمال ضائع ہوگئے اور قیامت کے دن ہم ان لوگوں کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔ یہ ہے ان کی جزا جہنم بسبب اس کے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیات اور میرے رسولوں کو مذاق بنا بیٹھے۔ (ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

اب ان آیات میں موجودہ زمانہ کی ترقی یافتہ صنعتی اقوام کا نقشہ ایسا کامل پیش کیا ہے کہ ایمان والے کی روح اس کلام کو پڑھ کر اس عالم الغیب کی طرف عجز سے جھکتی چلی جاتی ہے۔ اس انداز تربیت کے بنیادی خدوخال درج ذیل بتائے۔

1۔ بظاہر یہ دنیا کی نظر میں کامیاب ترین اقوام ہوں گی اور روحانی بصارت سے محروم ان کی اندھا دھند پیروی کو ہی کامیابی کی کلید قرار دیں گے۔ لیکن قرآن کریم میں عالم الغیب خدا فرماتا ہے کہ ''کیا ہم تمہیں اُن کی خبر دیں جو اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ گھاٹا کھانے والے ہیں''۔ یعنی حقیقت میں یہ کامیاب ترین نہیں بلکہ انجام کے لحاظ سے ناکام ترین گروہ ہے۔

2۔ دوسری ان کی علامت یہ بیان کی کہ ان کی تمام تر کوشش کا مرجع و ماوی دنیاوی ترقی ہو گی چنانچہ فرماتا ہے۔ ''جن کی تمام تر کوششیں دنیوی زندگی کی طلب میں گم ہوگئیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ صنعت کاری میں کمال دکھا رہے ہیں۔'' یہ علامت بھی پوری طرح ان ترقی یافتہ اقوام میں ملتی ہے۔

3۔ اگر یہ انداز تربیت صحیح ہوتا تو اس قدر ترقی کرنے کا نتیجہ تو یہ نکلنا چاہئے تھا کہ یہ جوں جوں مخلوق کی تحقیق میں ترقی کرتے جاتے، جتنا جتنا علمی و صنعتی اعتبار سے آگے بڑھتے اتنا ہی یہ خدا تعالیٰ کی ذات کی معرفت میں بھی قدم آگے بڑھاتے۔ لیکن ہوتا اس کے برعکس جائے گا چنانچہ فرمایا۔ ''یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ربّ کی آیات اور اس کی لقاء سے انکار کر دیا۔'' اور یہی ہم آج اس معاشرے میں مشاہدہ کر رہے ہیں۔

4۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اقوام جو اس قدر ترقی کر چکی ہیں کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ یہ بظاہر سب کچھ حاصل کرنے کے بعد تہی دامن ہو کر کف افسوس ملتی رہ جائیں۔ قرآن کریم ایسے امکان کی نہیں بلکہ اس حالت ناگفتہ بہ کی یقینی خبر دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ ''پس ان کے اعمال ضائع ہوگئے اور قیامت کے دن ہم ان لوگوں کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔''

5۔ قرآن کریم ان کی اس حالت بد تک پہنچنے کی وجہ بھی بڑی کھول کر بیان کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ ''یہ ہے ان کی جزا جہنم بسبب اس کے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیات اور میرے رسولوں کو مذاق بنا بیٹھے۔''

اس صنعتی ترقی یافتہ اقوام کے طرز تعلیم و تربیت کا سب سے زیادہ تباہ کن اثر جو ہوگا اس کا ان آیات کے آخر میں ذکر فرمایا کہ اس طرز تعلیم و تربیت کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس سے پروان چڑھنے والی نسل دو بنیادی نقائص سے آلودہ ہوگی۔

اول۔ یہ لوگ اپنے محسن خدا تعالیٰ کی جو ان کا خالق و مالک و رب ہے نہ صرف ناشکری کریں گے بلکہ اس کی آیات کی تکذیب سے آگے قدم بڑھا کر ان کا مذاق اڑائیں گے۔

دوم۔ ان لوگوں کا وطیرہ بن جائیگا خدا تعالیٰ کے انبیاء کا مذاق اڑانا۔

اب یہ دونوں نقائص ان اقوام کے طرز تعلیم کے نتیجہ میں پروان چڑھنے والی نسل میں خاص طور پر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ان اقوام کی اسی حالت بد کا کچھ نقشہ درج ذیل الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

''اس وقت مغرب کو مذہب سے تو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ان کی اکثریت دنیا کی لہو و لعب میں پڑ چکی

Vol. 21 Monthly Akhbar-e-Ahmadiyya Germany Issue 03
Ahmadiyya Muslim Jamaat, National Shoba Tasneef, Genfer Str.11, 60437 Frankfurt/M, Tel:069-50688652, Email:akhbar.ahmadiyya@hotmail.com

ہے۔اوراس میں اس قدر Involve ہو چکے ہیں کہ ان کا مذہب چاہے اسلام ہو، عیسائیت ہو یا اپنا کوئی اور مذہب جس سے یہ منسلک ہیں ان کی کچھ پرواہ نہیں وہ اس سے بالکل لاتعلق ہو چکے ہیں۔اکثریت میں مذہب کے تقدس کا احساس ختم ہو چکا ہے۔بلکہ ایک خبر فرانس کی شاید پچھلے دنوں میں یہ بھی تھی کہ ہم حق رکھتے ہیں ہم چاہے تو، نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ کا بھی کارٹون بنا سکتے ہیں۔۔۔‘‘

(اسوۂ رسول ﷺ اور خاکوں کی حقیقت، صفحہ:4، مطبوعہ 2006 لندن)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس طرز فکر کے انجام سے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

’’دنیا جس بات کو اپنی ترقی پر محمول کرتی ہے وہ تباہی کے گڑھے ہیں جس میں گر کر ایک دن وہ تباہ و برباد ہونے والی ہے اور کامیابیاں اور ترقیات اور حفاظت کے راستے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے میں ہی ہیں۔حفاظت کے حصار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی ہے اس زمانے میں جو راستے ہمیں حضرت مسیح موعودؑ نے دکھائے ہیں وہی عافیت کے حصار کی طرف لے جانے والے ہیں۔‘‘

(جلسہ سالانہ جرمنی 6 جون 2015ء کو مستورات سے خطاب بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 4 تا 10 ستمبر 2015ء صفحہ 12)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے مسیح موعود و مہدی معہود حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے ان اقوام کی ترقی اور تنزل کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے اپنے ماننے والوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

’’تم غیر قوموں کو دیکھ کر ان کی ریس مت کرو کہ انہوں نے دنیا کے منصوبوں میں بہت ترقی کر لی ہے آؤ ہم بھی اُنہیں کے قدم پر چلیں۔سنو اور سمجھو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے ان کا خدا کیا چیز ہے صرف ایک عاجز انسان اس لئے وہ غفلت میں چھوڑے گئے۔میں تمہیں دنیا کے کسب اور حرفت سے نہیں روکتا مگر تم اُن لوگوں کے پیرو مت بنو جنہوں نے سب کچھ دنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے چاہئے۔۔۔اپنی جانوں پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے بکلّی علاقہ توڑ چکے ہیں اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہیں یہاں تک کہ طاقت مانگنے کے لئے وہ منہ سے انشاء اللہ بھی نہیں نکالتے اُن کے پیرو مت بن جاؤ۔خدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں۔نہیں بلکہ یکدفعہ گریں گی۔اور احتمال ہے کہ اُن سے کئی خون بھی ہو جائیں۔اسی طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہیں رہ سکتیں اگر تم اس سے مدد نہیں مانگو گے اور اس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھہراؤ گے تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔آخر بڑی حسرت سے مرو گے۔یہ مت خیال کرو کہ پھر دوسری قومیں کیونکر کامیاب ہو رہی ہیں حالانکہ وہ اُس خدا کو جانتی بھی نہیں جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے۔اس کا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں خدا کا امتحان کبھی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اُسے چھوڑتا ہے اور دنیا کی مستیوں اور لذتوں سے دل لگاتا ہے اور دنیا کی دولتوں کا خواہشمند ہوتا ہے تو دنیا کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور دین کے رو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے اور آخر دنیا کے خیالات میں ہی مرتا اور ابدی جہنم میں ڈالا جاتا ہے اور کبھی اس رنگ میں بھی امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے بھی نامُراد رکھا جاتا ہے مگر مؤخر الذکر امتحان ایسا خطرناک نہیں جیسا کہ پہلا کیونکہ پہلے امتحان والا زیادہ مغرور ہوتا ہے بہر حال یہ دونوں فریق مغضوب علیھم ہیں۔سچی خوش حالی کا سرچشمہ خدا ہے پس جبکہ اس حیّ وقیّوم خدا سے یہ لوگ بے خبر ہیں بلکہ لاپروا ہیں اور اس سے منہ پھیر رہے ہیں تو سچی خوشحالی اُن کو کہاں نصیب ہو سکتی ہے مبارک ہو اُس انسان کو جو اس راز کو سمجھ لے اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اس راز کو نہیں سمجھا۔اسی طرح تمہیں چاہئے کہ اس دنیا کے فلسفیوں کی پیروی مت کرو اور ان کو عزت کی نگہ سے مت دیکھو کہ یہ سب نادانیاں ہیں سچا فلسفہ وہ ہے جو خدا نے تمہیں اپنی کلام میں سکھلایا ہے ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو اس دنیوی فلسفہ کے عاشق ہیں اور کامیاب ہیں وہ لوگ جنہوں نے سچے علم اور فلسفہ کو خدا کی کتاب میں ڈھونڈا۔نادانی کی راہیں کیوں اختیار کرتے ہو کیا تم خدا کو وہ باتیں سکھلاؤ گے جو اُسے معلوم نہیں۔کیا تم اندھوں کے پیچھے دوڑتے ہو کہ وہ تمہیں راہ دکھلاویں۔اے نادانو! وہ جو خود اندھا ہے وہ تمہیں کیا راہ دکھائے گا بلکہ سچا فلسفہ روح القدس سے حاصل ہوتا ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے تم روح کے وسیلہ سے ان پاک علوم تک پہنچائے جاؤ گے جن تک غیروں کی رسائی نہیں اگر صدق سے مانگو تو آخر تم اُسے پاؤ گے۔تب سمجھو گے کہ یہی علم ہے جو دل کو تازگی اور زندگی بخشتا ہے اور یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہے وہ جو خود مردار خوار ہے وہ کہاں سے تمہارے لئے پاک غذا لائے گا۔وہ جو خود اندھا ہے وہ کیونکر تمہیں دکھاوے گا۔ہر ایک پاک حکمت آسمان سے آتی ہے پس تم زمینی لوگوں سے کیا ڈھونڈتے ہو جن کی روحیں آسمان کی طرف جاتی ہیں وہی حکمت کے وارث ہیں جن کو خود تسلی نہیں وہ کیونکر تمہیں تسلی دے سکتے ہیں مگر پہلے دلی پاکیزگی ضروری ہے پہلے صدق و صفا ضروری ہے پھر بعد اس کے یہ سب کچھ تمہیں ملے گا۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19، صفحہ: 23 تا 24)

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ان زندگی بخش پاک کلمات میں اپنے ماننے والوں کو نہ صرف ہر خطرہ سے آگاہ فرمایا ہے بلکہ ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی عطا کی ہے کہ دنیاوی سامان اور یہ سب ترقی کی منازل انہیں ہی فائدہ دیں گی جو اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ نظام پر چلتے ہوئے اپنے مالک کی رضا پر اپنی رضا قربان کر دیں گے۔

ب: خدا کی پرستش کرنے والوں کا انداز فکر و تربیت

ہم اس مضمون کے پہلے حصہ میں قرآن شریف کی رو سے خرد کے پیروکاروں کی طرز فکر، انداز تربیت اور اس کا انجام کسی حد تک دیکھ چکے ہیں اب دوسرے حصہ مضمون میں اس کائنات کے خالق و مالک کی عطا کردہ طرز فکر، انداز تربیت اور ان کے نتائج کا کسی قدر مطالعہ کرتے ہیں۔اور ساتھ ہی اسباب پرستوں کے انجام کو مزید واضح رنگ میں پیش کرنے کی کوشش ہوگی۔

اسلامی طرز فکر اور انداز تربیت کا نتیجہ:

اسلام دین فطرت ہے۔اس لئے اس کا پیش کردہ طرز فکر اور انداز تربیت وہی ہے جو انسان کے خالق و مالک خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآن کریم میں بیان فرمایا۔اور جس پر کاربند کرنے کے لئے اس نے ہر قوم اور ہر زمانے میں اپنی خاص رحمت سے ابتدائے آفرینش سے ہی مسلسل اپنے رسول بھیجے اور پھر ان رسولوں کے بعد اس نظام کی مظبوطی اور وسعت کے لئے خلفاء کے سلسلہ کو جاری فرمایا۔ انسانی فطرت، دینی طرز فکر اور انداز تربیت کا ذکر قرآن شریف میں کچھ اس طرح ہے۔

1۔انسان کی فطرت کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ جو ہمارا خالق و مالک ہے قرآن کریم میں انسانی فطرت کے متعلق فرماتا ہے۔:

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيفاً فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (روم: 31)

ترجمہ: پس (اللہ کی طرف) ہمیشہ مائل رہتے ہوئے اپنی توجہ دین پر مرکوز رکھ۔ یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہ قائم رکھنے اور قائم رہنے والا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو انسان کی فطرت کو اس کے اصل مقام کا عرفان عطا کرنے کے لئے، انسان کے ہر خلق اور قوت کو معراج عطا کرنے کے لئے تشریف لائے تھے، نے انسانی فطرت کے بارے میں فرمایا:

’’عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ۔۔۔‘‘

(صحيح البخاري ، كتاب الجنائز ، باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصلى عليه وهل يعرض على الصبي الإسلام)

ترجمہ: ’’حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں‘‘

اسی مفہوم کی حدیث کے الفاظ صحیح مسلم کی روایات میں ایک روایت میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ اس طرح ہیں۔

’’عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ؛ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُشَرِّكَانِهِ‘‘

(صحيح مسلم « كتاب القدر « باب معنى كل مولود يولد على الفطرة وحكم موت أطفال الكفار وأطفال المسلمين)

ترجمہ: ’’حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی نصرانی یا مشرک بنا دیتے ہیں‘‘

2۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو یہ فطرت عطا کی ہے اور تمام ضروری قوتوں سے نوازا ہے تو آخر کس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔اس مقصد کا ذکر بھی خالق کائنات نے اپنے کلام پاک میں سورۃ الذاریات میں خود ہی فرما دیا۔چنانچہ فرماتا ہے۔

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

ترجمہ: اور میں نے جن و انس کو پیدا نہیں کیا مگر اس غرض سے کہ وہ میری عبادت کریں۔(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے روحانی فرزند، حضرت مسیح موعودؑ اس مقصد کا ذکر کرتے ہوئے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ میں فرماتے ہیں۔

’’اگرچہ مختلف الطبائع انسان اپنی کوتاہ فہمی یا پست ہمتی سے مختلف طور کے مدعا اپنی زندگی کے لئے ٹھہراتے ہیں اور فقط دنیا کے مقاصد اور آرزؤوں تک چل کر آگے ٹھہر جاتے ہیں مگر وہ مدعا جو خدا تعالیٰ اپنے پاک کلام میں بیان فرماتا ہے وہ یہ ہے۔جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ یعنی میں نے جن اور انسان کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں اور میری پرستش کریں۔پس اس آیت کی رو سے اصل مدعا انسان کی زندگی کا خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا کے لئے ہو جانا ہے۔یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو یہ تو مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ اپنی زندگی کا مدعا اپنے اختیار سے آپ مقرر کرے کیونکہ انسان نہ اپنی مرضی سے آتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے واپس جائے گا۔بلکہ وہ ایک مخلوق ہے اور جس نے اسے پیدا کیا اور تمام حیوانات کی نسبت عمدہ اور اعلیٰ قویٰ اس کو عنایت کئے۔اسی نے اس کی زندگی کا ایک مدعا ٹھہرا رکھا ہے۔خواہ کوئی انسان اس مدعا کو سمجھے یا نہ سمجھے۔مگر انسان کی پیدائش کا مدعا بلاشبہ خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا میں فانی ہو جانا ہی ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک اور جگہ فرماتا ہے۔یعنی وہ دین جس میں خدا کی معرفت صحیح اور اس کی پرستش احسن طور پر ہے۔وہ اسلام ہے اور اسلام انسان کی فطرت میں رکھا گیا ہے اور خدا نے انسان کو اسلام پر پیدا کیا اور اسلام کے لئے پیدا کیا ہے۔یعنی یہ چاہا ہے کہ انسان اپنے تمام قویٰ کے ساتھ اس کی پرستش اور اطاعت اور محبت میں لگ جائے۔اسی وجہ سے اس قادر کریم نے انسان کو تمام قویٰ اسلام کے مناسب حال عطا کئے ہیں۔

۔۔۔انسان کو جو کچھ اندرونی اور بیرونی اعضاء دیئے گئے ہیں یا جو کچھ قوتیں

بقیہ صفحہ 2